Fikr-o-Nasar (Islamabad) 11:9 (1974)

تفسیر ماتریدی
یا
تاویلات اھل السنة
(٦)

ڈاکٹر محمد صغیر حسین معصومی

وقولہ عز و جل : " وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا " اور اگر تم کسی قسم کے شک میں ھو اس قرآن کے بارےمیں جس کو ھم نے اپنے بندے (حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم) پر نازل کیا ھے ۔ یعنی اگر تم یہ شک کرتے ھوکہ قرآن (انسانی) پیدا کی ھوئی، گڑھی ھوئی، کتاب ھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ھے، چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے قول کو جابجا بیان کیا ھے : "ان ھذا الا اختلاق " (: سورهٔ ۷) یہ قرآن تو اپنے من کی پیدا کی ھوئی (کتاب) ھے، نیز : "ماھذا الا افك مفترًی (سبا : ۴۳)، یہ تو صرف ایک بہتان ھے جو اللہ پر تھوپا گیا ھے، اور : "ماھذا الا سحر" (القصص : ۳٦) یہ تو صرف ایک جادو ھے ۔ تو ایسا شک کرنا صحیح ھوتا اگر کوئی شخص اس طرح کا کلام پیدا کر سکتا ۔ (آگے ارشاد ھوتا ھے :)

وقولہ : " فاتوا بسورة من مثلہ " ۔ تو تم لوگ اس قرآن کے مثل ایک سورہ (قطعہ) لاؤ ۔

یعنی تم بھی ویسا ھی انشاء کرو جیسا کہ انھوں نے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھارے زعم میں) انشاء کیا ھے، کیونکہ تم اور وہ جوھر، خلقت اور زبان میں برابر ھیں ۔ وہ تم سے انشاء اور پیدا کرنے میں بہتر نہیں ھیں ۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.
http://iri.iiu.edu.pk/

وقوله : ''و ادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صادقین'' ، اور تم الله کے سوا اپنے سارے مددگاروں (شعراء اور خطباء) کو بلاؤ ۔ (کہ ایسا کلام انشاء کریں) اگر تم سچے ہو،

یعنی تم اپنے ان خداؤں سے جن کو الله کے سوا تم پوجتے ہو بلاؤ کہ ایسے کلام کی انشاء کرنے میں تمہاری مدد کریں، اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ قرآن (محمد صلی الله علیه وسلم کی) انشاء کردہ ہے جس کو الله کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے ۔

کہا جاتا ہے: 'ادعوا شهداء کم، کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے شاعروں اور خطیبوں کو بلا لو کہ ایسے کلام کی تخلیق میں تمہاری اعانت کریں ۔

یہ بھی کہا جاتا ہے: ''ادعوا شهداء کم'' کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے گواہوں — توریت، انجیل، زبور اور ان ساری کتابوں — کو جو گذشتہ پیغمبروں پر نازل کی گئی تھیں، بلالو کہ وہ گواہی دیں کہ یہ (قرآن) اپنی تخلیق ہے اور الله پر افتراء باندھی ہوئی ہے ۔

وقوله : ''فان لم تفعلوا و لن تفعلوا'' : اگر تم لوگوں نے (ایسا) نہیں کیا، اور تم لوگ ہرگز نہیں کر سکتے، (یعنی کلام الله کے مثل کوئی سورہ انشاء نہیں کر سکتے).

(اس آیت کے معنی میں) چند احتمالات ہیں :

(اول) احتمال یہ ہے کہ ان (مشرکین) نے اس آیت کے نزول کے بعد اقرار کر لیا کہ وہ ایسا کلام انشاء کرنے سے عاجز ہیں، انہوں نے کوئی تکلف نہیں برتا، اور نہ وہ اس امر میں مشغول ہوئے (کہ ایسا کلام موزوں کریں)، کیونکہ الله بزرگ و برتر نے ان کی (اس خواہش کو) دور کر دیا کہ ایسا کلام موزوں کرنے کی لالچ کریں ۔

(دوم یہ کہ وہ ایسا کلام نہیں لاسکتے کہ) انہوں نے پوری کوشش کی اور سارا زور صرف کیا کہ روشنی بجھا دیں تاکہ ان کا یہ قول سچ ثابت ہو جائے کہ یہ (قرآن) اپنا پیداکردہ گڑھا ہوا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یہ قرآن سارے عالم کے پالنہار کا کلام ہے جھوٹ ثابت ہو جائے۔

ان مشرکین کے اپنی عاجزی کا اقرار کر لینے اور قرآن کے مثل کوئی کلام موزوں کرنے سے باز آجانے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرآن حکیم رب العالمین کا کلام ہے جس کو اللہ جل شانہ نے اپنے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے۔

و قولہ: ''فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ'' تو تم لوگ اس آگ سے بچو جس کے ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

'وقود'، 'واؤ' کے زبر کے ساتھ لکڑی اور پیش کے ساتھ آگ کے معنی میں ہے۔

اللہ بزرگ و برتر یہ خبر دیتا ہے کہ اس آگ کی لکڑی انسان ہیں، جب بھی وہ جل چکیں گے اپنی پہلی حالت میں لوٹا دئے جائیں گے اور اولین حالت میں بدل دئے جائیں گے، چنانچہ (ایک دوسری جگہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''کلما نضجت الخ (النساء: ٥٦) جب بھی ان کے چمڑے پک جائیں گے ان کے چمڑوں کو دوسرے چمڑوں سے بدل دیا جائے گا''۔

'حجارہ' کے دو معنے ہیں: (۱) بعض لوگوں نے ''گندھک'' بیان کیا ہے اور بعض نے (۲) بعینہ پتھر کہ نہایت سخت ہوتے ہیں اور جلنے میں بھی سخت ہیں اور سیاہ ہونے میں بھی زیادہ ہیں۔

وقولہ: ''اعدت للکافرین'': یہ آگ کافروں کے لئے مہیا کی گئی ہے۔ اس آیت

سے یه ثابت ھوتا ھے که کافروں کے سوا دوسروں کے لئے یه آگ مہیا نہیں کی گئی ھے۔

— — — —

آیت شریفه کا مضمون معتزله کے عقیدے کے خلاف ھے، ان کا عقیده یه ھے که گناہ کبیره کا مرتکب همیشه 'نار' میں رھے گا، حالانکه مرتکب کبیره کو وه کافر نہیں کہتے۔ معتزله کے زعم میں یه آگ کافروں کے لئے بھی مہیا کی گئی ھے۔ یه بات ثابت ھے که ایمان‌دار بھی نافرمانی کرنے کی وجه سے، کچھ گناھوں کے بوجھ اٹھانے کی وجه سے، نیز بعض برائیوں کے عوض، عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ کیونکه الله تعالیٰ جس کو چاھتا ھے جیسے چاھتا ھے عذاب دیتا ھے (اور دیگا)، مخلوق کو اس بارے میں کوئی حکم (عمل) حاصل نہیں که الله تعالیٰ فرماتا ھے: ”لا یشرك فی حکمه احداً (الکهف: ۲۶) ”اپنے حکم میں الله تعالیٰ کسی کو شریک نہیں بناتا“۔

کچھ لوگ یه کہه سکتے ھیں که مشرکین کے بچے جنت میں ھوں گے، حالانکه جنت ان کے لئے نہیں ھے، جنت تو ایمان والوں کے لئے بنائی گئی ھے، تو (ظاهر ھے) که ایمان والوں کے سوا دوسرے لوگ بھی جنت میں داخل ھوسکتے ھیں، اور همیشه ره سکتے ھیں۔ اسی طرح دوزخ (نار) اگرچه کافروں کے لئے ھے، مگر کافروں کے سوا دوسرے لوگ بھی عذاب دئے جا سکتے ھیں اور نار میں همیشه ره سکتے ھیں۔ چنانچه الله تعالیٰ کا فرمان ھے: ”فاما الذین اسودت وجوههم أکفر تم بعد ایمانکم“ (آل عمران: ۱۰۶) (الله تعالیٰ کہے گا) ان سے جن کے چہرے سیاه ھوچکے ھیں: ”کیا تم لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟“۔ اس آیت شریفه میں 'کفر' کی شرط ایمان کے بعد بیان کی گئی ھے۔ پھر وه شخص جس کی پیدائش کفر کی حالت میں ھوئی ھے اور وه شخص جو ایمان کے بعد کفر کرتا ھے دونوں (نار میں) همیشه رھنے میں برابر ھیں (دونوں میں کوئی فرق و امتیاز نہیں)۔ اس لئے مرتکب کبیره اور

کافر دونوں ہمیشہ نار میں رہنے میں برابر ہیں۔

جواب میں ان لوگوں سے یہ کہا جائے گا کہ ہر کافر کی خلقت (پیدائش) اپنے پروردگار کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہے۔ مگر چونکہ اس نے اپنے نفس میں غور و خوض کرنا ترک کر دیا ہے، اور کجروی اختیار کی تو گویا اس نے ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کیا، کیونکہ (یہ حقیقت) نہیں ہے کہ وہ ایمان دار تھا اور اب کافر ہو گیا۔

اطفال مشرکین کے بارے میں انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہمیشہ اس لئے رہیں گے کہ ان بچوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک بدلہ دیا جائیگا ، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بدلہ دے، اگرچہ کوئی کام سپرد نہ ہو، نہ کوئی کارخانہ، یہ صرف اس کی مہربانی اور فضل ہے، اور عزت افزائی نیز اکرام و فضل کے لئے اللہ تعالیٰ بغیر کسی عمل و فعل کے ثواب بخش سکتا ہے، اور انعام عطا کرسکتا ہے ،

البتہ عقل اس بات کو جائز نہیں سمجھتی کہ کسی کو بغیر کسی گناہ اور جرم کے عذاب میں ڈالا جائے (واللہ اعلم) ۔

وقولہ : ”و بشر الذین امنوا و عملوا الصالحات،، اور خوشخبری دے دیجئے ان لوگوں کو جو ایمان لاچکے اور نیک عمل کرتے رہے۔

یہ آیت شریفہ ان لوگوں کے خلاف ہے (یعنی معتزلہ کے جو ساری فرماں برداریوں اور عبادات کو ایمان گردانتے ہیں ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایمان کی نسبت کی ہے، اعمال صالحہ کو الگ بیان کیا ہے، البتہ نیک اعمال کی بدولت وہ بشارت کے مستحق ٹھہرے، اور خوف و ڈر ان سے دور کردیا گیا۔

یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ نیک اعمال میں دل کا عمل شامل ہے، اور دل کا عمل یہ ہے کہ دل والا اپنے عقیدے کو خالص اللہ کے لئے

بنائے۔ منافق کے عقیدے کی طرح اپنے ایمان کو نہ بنائے کہ جس کا اظہار اھل نفاق زبان اور لفظ سے کرتے ھیں اور دل میں اس کا ثبوت نہیں پاتے۔

وقولہ : ''ان لھم جنات تجری من تحتھا الانھار''، بیشک ان کے لئے بہت سے باغ ھیں جن کے نیچے نہریں جاری ھیں ۔ جنات سے مراد باغ ھیں ۔

'من تحتھا الانھار' کے چند معانی بیان کئے گئے ھیں :

۱ - باغ صرف زمین اور خاص قطعۂ ارضی کا نام نہیں، بلکہ اس قطعہ کو کہتے ھیں جس میں بہت سے درخت ھوں، اور جس میں طرح طرح کے پھل والے درخت اور پودے ھوں اسکو بستان، باغ ، کہتے ھیں ۔

۲ - باغوں کے نیچے نہریں جاری ھوں گی، یعنی ان کے درختوں اور پودوں کے نیچے نہریں جاری ھوں گی۔

۳ - باغوں کے تحت کا مفہوم یہ ھے کہ باغ میں جن حصوں پر نظر پڑتی ھے پانی کی نہریں ھیں، کہ یہ معنی نہایت عمدہ، طرب انگیز اور واضح ھے ۔

۴ - بعضوں نے من تحتھا کا مفہوم یہ بیان کیا ھے کہ بلند حصوں کے زیرین حصے میں نہریں جاری ھوں گی زمین کے نیچے نہیں، جیسا کہ دنیا میں بعض مقامات میں پانی زیر زمین ھوتا ھے ، دلیل میں وہ حدیث موجود ھے کہ ھر بال کے نیچے جنابت (ناپاکی) ھے، جس کا مطلب یہ ھے کہ جلد کے نیچے نہیں بلکہ بالوں کا جو حصہ اوپر ظاھر ھے اس کے نیچے ناپاکی ھے، اسی طرح باغوں کے محلات اور تفریح گاھوں کے زیریں حصوں میں نہریں جاری ھوں گی۔ واللہ اعلم ۔

وقولہ : ''کلما رزقوا منھا من ثمرة رزقاً قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل''، جب بھی ان باغوں کا کوئی پھل انہیں دیا جائے گا، تو (اھل جنت) کہیں گے کہ یہ وھی ھے جس کو پہلے ھم کھا چکے ھیں''۔

'رزقنا من قبل، کے چند معانی بیان کئے گئے ہیں :

۱ - دنیا میں پہلے ہمیں دیا جا چکا ہے ،

۲ - ہمیں دنیا میں وعدہ کیا گیا تھا کہ جنت میں یہ ہے -

۳ - جنت ہی میں ہم پہلے بھی دئے جاچکے ہیں -

وقولہ : '' و اتوابہ متشابھاً '' ، اور وہ دئے جائیں گے طرح طرح کے (مماثل پھل) اس آیت کی تشریح کئی طرح کی گئی ہے :

۱ - دیکھنے میں ایک طرح کے پھل دئے جائیں گے جنکا مزہ مختلف ہوگا -

۲ - مزہ میں ایک دوسرے کے مانند، دیکھنے میں نیز رنگ میں مختلف ہوں گے، کہ بعض پھل نظروں میں بہت بھاتے ہیں کھانے میں نہیں -

۳ - ظاہری خوبیوں، خوبصورتی اور چمک دمک میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے -

وقولہ : ''ولھم فیھا ازواج مطھرۃ،، اور ان کے لئے (ان باغوں میں) طرح طرح کے پاک و صاف جوڑے ہوں گے - اس کا مفہوم بھی کئی طرح بیان کیا گیا ہے :

۱ - یعنی یہ بیویاں سوء خلق اور دناءت سے پاک ہوں گی، دنیا کی عورتوں کی طرح نہ ہوں گی جو ان باتوں سے مبرا نہیں ہوتی ہیں -

۲ - یہ بھی مفہوم ہے کہ بیماریوں اور ناپاکیوں سے پاک ہوں گی، دنیا میں تو لوگ ان کے شکار ہوتے رہتے ہیں، ناپاکی، میل اور ماہواری وغیرہ سے پاک و صاف نہیں ہو سکتے -

۳ - یہ معانی بھی بیان کیا گیا ہے کہ جنت کی بیویاں صاف ستھری اور جوہر میں بھی شفاف ہوں گی، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ان کے اعضا ایسے

صاف شفاف ہوں گے کہ ان کی ٹانگوں کی ہڈیوں کا مغز جھلکتا دکھائی دیگا۔

۴۔ یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ پاک و صاف یعنی نہایت پسندیدہ اور مہذب ہوں گی۔

وقولہ: ’’وھم فیھا خالدون،، اور وہ لوگ جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ یعنی ہمیشہ وہیں ٹھہرے رہیں گے۔

— — — —

اس آیت شریفہ کا مضمون فرقہ جہمیہ(۱) کے عقیدے کی تردید کرتا ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جنت اور جنت کی ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ ان کا دعوی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اول آخر اور باقی ہے، اگر جنت فنا نہ ہوئی باقی رہی تو صرف تشبیہا ایسا ہوگا۔

ہمارے نزدیک ایسا عقیدہ رکھنا وہم اور زعم باطل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اول، اپنی ذات میں آخر اور اپنی ذات میں باقی ہے، اور جنت و مافیہا اپنے سوا کے ساتھ باقی ہیں۔

اگر مذکورہ امور میں ’تشبیہ، و مجاز کا اعتبار کیا جائےگا تو ’’عالم‘ سمیع بصیر،، میں بھی تشبیہ کا اعتبار ہوگا، اور مخلوق میں بقاء کی حالت میں بھی

۱۔ جہم بن صفوان راسبی کے پیروکاروں کو جہمیہ کہتے ہیں۔ جہم کے بارے میں علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (رقم ۱۵۸۴) میں لکھا ہے کہ: یہ شخص گمراہ، بدعت پھیلانے والا، اور جہیمہ کا سردار سمجھا جاتا ہے، چھوٹے (پچھلے) تابعین کے زمانے میں کیفر کردار کو پہنچا، اس سے کوئی روایت ثابت نہیں، البتہ بڑا شر پھیلایا۔

طبری فرماتے ہیں (دیکھئے حوادث سنہ ۱۲۸) یہ حارث بن سریج کا سکریٹری تھا، حارث نے بنو امیہ کے آخری عہد میں خراسان میں خروج کیا تھا۔

جہمیہ کا عقیدہ ہے کہ انسان مجبور ہے، اور عمل سے اس کو چھٹکارا نہیں، ان کے زعم میں ایمان صرف اللہ کے جاننے کو کہتے ہیں، اور کفر اللہ کے نہ جاننے کو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے کوئی فعل یا عمل نہیں، لوگوں کی طرف ان کے اعمال کی نسبت مجازاً کی جاتی ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: زالت الشمس، دارت الرحی، (آفتاب ڈھل گیا، چکی گھومتی رہی)۔

اسی طرح ان کا زعم ہے اللہ کا علم حادث ہے، اور دوزخ و جنت فنا ہوجائیں گے دیکھئے: التبصیر ص ۶۲، الملل و النحل ۸۶/۱، الفرق بین الفرق ص ۲۱۱۔

تشبیه هوگی ، اور اگر ان امور میں تشبیه متصور نہیں هو تو اولاً ذکر کی هوئی اشیاء میں بھی اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا ۔

نیز الله تعالیٰ نے جنت کو ایک ایسا گھر بنایا ہے جو سارے عیوب سے پاک ہے، چنانچه اسی وجه سے جنت کا نام ”دار قدس“ اور ”دار سلام“ بتایا ہے۔

اگر جنت آخر کار فنا هو جائے گی تو فنا هونا تو سب سے بڑا فتنه اور عیب ہے، کسی انسان کی زندگی کیوں کر مبارک کہلا سکتی ہے، جبکه اس کی زندگی زوال پذیر ہے، ساری نعمت ایسی جنت والے کے حق میں کڑوی هو جائے گی۔

چونکه الله تعالیٰ نے جنت کو سارے عیوب سے پاک بنایا ہے، اور فنا هونا سب سے بڑا عیب ہے، اس لئے خلود سب سے بڑی نعمت سمجھی جائے گی۔ اور جنتیوں کے لئے یہی سب سے زیادہ انسب ہے ۔

وقوله : ”ان الله لا یستحی ان یضرب مثلا ما بعوضة فما فوقها“ ، بیشک الله تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا که کسی مچھر یا اس سے بڑھ کر (کسی کیڑے) کی مثل بیان کرے۔

یه آیت کفار کے ’والله عالم، قول کے جواب میں ہے، جس کا ذکر صحابه سے ثابت ہے که کفار نے رسول الله صلی الله علیه وسلم سے، جیسا که بعض اهل تاویل نے بیان کیا ہے(۱)، کہا : اے محمد (صلی الله علیه وسلم) تمہارے رب کو حیا نہیں که مچھر اور مکھی جیسے (مکڑی وغیرہ) کیڑے مکوڑوں

---

۱ - ابن جریر (طبری) کا بیان ہے : موسی بن هارون، نے بواسطۂ عمر و بن حماد، اور اسباط نے سدی سے ایک خبر میں بواسطۂ ابو مالك بیان کیا ۔ اور بواسطۂ ابو صالح ابن عباس سے، اور بواسطۂ مرہ ابن مسعودرض سے نیز چند اصحاب نبی صلی الله علیه وسلم سے بیان کیا که جب منافقین کے لئے دونوں مثالیں دی گئیں (و مثلهم کمثل الذی استو قد نارا (۲) او کصیب من السماء“ (تینوں آیتیں) تو بعض منافقین نے کہا : ایسی مثالیں بیان کرنے سے الله ارفع واجل ہے اور (یه اس کو سزاوار نہیں) تو الله تعالیٰ نے یه آیت نازل کی : ”ان الله لا یستحیی الخ“ دیکھئے تفسیر طبری ج ۱ ص ۴۰۰، تحقیق شاکر۔

کا ذکر کرتا ہے، اور اپنی تحقیر کرتا ھے، زمین کے بادشاہ تو ایسی چھوٹی چیزوں کا ذکر نہیں کرتے، اور اپنے لئے اس کو باعث شرم سمجھتے ھیں۔

اللہ عزوجل نے جواب میں فرمایا : ”ان اللہ لا یستحی،، الآیة (بیشک اللہ شرم محسوس نہیں کرتا) چونکه دنیا کے بادشاہ ان چھوٹی چیزوں کی طرف حقارت سے دیکھتے ھیں اور ان کو حقیر و ذلیل سمجھتے ھیں اس لئے کراھت و ناپسندیدگی کی وجه سے ان کے ذکر سے شرماتے ھیں،

اللہ بزرگ و برتر (ان کا خالق و رب ھے) ان کے ذکر سے نہیں شرماتا، بلکه ان کی پیدائیش سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کا اظہار مقصود ھے که بڑی سے بڑی اور چھوٹی سی چھوٹی چیز پیدا کرنے اور پالنے میں یکسانیت کا اظہار کرتا ھے۔ اگر سارے خلایق اکھٹے ھوجائیں اور اپنی اجتماعی طاقت سے ایک چھوٹے مچھر یا مکھی کی صورت جیسی کوئی چیز پیدا کرنا چاھیں (تو نہیں کر سکتے)، اور اس کے اعضا، منه، ناک، پیر ھاتھ، مدخل و مخرج وغیرہ کو ترکیب دینا چاھیں تو ھرگز ھرگز ایسا نہیں کرسکتے۔ البته بڑے جسم والے میں کچھ قدرت دکھا سکیں (تو ممکن ھے)۔

تو ان منافقین نے ان حقیر اشیاء کی لطافت و نزاکت اور ان کی عجیب ترکیب و پیدائش کی طرف نہیں دیکھا صرف ان کی ناچیزگی اور تحقیر، اور کمینگی کی طرف نگاہ کیا۔

— — — —

اھل کلام (یعنی علماء علم کلام) نے اللہ تعالیٰ کی طرف حیاء کی نسبت کرنے میں اختلاف کیا ھے : کچھ لوگوں سے جواز ثابت ھے کیونکه حدیث میں ھے : ”ان اللہ یستحی ان یعذب من شاب فی الاسلام،، : اللہ تعالیٰ شرماتا ھے که ایسے شخص کو عذاب دے جو اسلام کی حالت میں بوڑھا ھوا (۱)۔

۱۔ ابن حبان نے حضرت انسرض سے مرفوعا روایت کیاہے : ”انی لأ ستحیی من عبدی و امتی لیشیب راسهما فی الاسلام ثم اعذبهما بعد ذلك ، ولانا اعظم عفوا من ان استر علی عبدی ثم افضحه، ولا ازال اغفر لعبدی ما استغفرنی،،۔ (بے شک میں اپنے ان غلام اور اپنی اس لونڈی سے جن کے

اللہ تعالیٰ کی طرف حیاء کی نسبت اسی طرح جائز ہے جیسے تکبر، استہزاء اور مخادعت کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے کیا گیا ہے۔ (اور وجہ مناسبت ''اللہ یستھزی بھم،، کی تفسیر میں گزر چکی)۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حیا کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے درست نہیں، کیونکہ اس کا مفہوم الگ رہنا اور اعراض کرنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ سے بعید ہے کہ اعراض کرے۔ البتہ یہاں 'حیا، 'رضا، کے معنے میں ہے اور حیا ترک کرنے کو کہتے ہیں، تو آیت (یعنی لایستحیی) کا مفہوم یہ ہے کہ وہ نہ چھوڑے گا نہ ترک کریگا،،۔

سر اسلام کی حالت میں بوڑھے ہوئے ہیں شرماتا ہوں کہ ان کو (اتنے دنوں کے اسلام کے بعد) عذاب دوں، میرے عفو کی صفت اس سے ارفع و اعلی ہے کہ اپنے بندے کے عیوب کو چھپاؤں پھر اس کی فضیحت کروں، اور جب تک میرا بندہ مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے میں ہمیشہ اس کی مغفرت کرتا رہوں گا۔،،

ابن حبان نے ساتھ ہی لکھا ہے: یہ حدیث باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں۔

صاحب اللالی نے اس حدیث کو چند طریقوں سے روایت کی ہے، مگر سب کے سب بے اصل ہیں، ایک طریق میں ایوب بن ذکوان ہے جو متروک ہے دوسرے تیسرے طریق میں دینار ہے جو انس سے جھوٹے طور پر روایت کرتا ہے۔ چوتھے میں نعیم ہے جو کذاب ہے، اور پانچویں میں العلاء بن زید کذاب، اور چھٹے میں احمد بن عبید حدثنا عمرو بن جریر ہے، احمد بن عبید کا ذکر سیوطی نے اچھے الفاظ میں کیا ہے مگر اس کا شیخ کذاب ہےجس کا ذکر نہیں کیا۔ یہی حال دیگر اسانید و طرق کا ہے، دیکھو الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة ص ۴۸۰۔